Urdu Research Journal
International refereed journal for Urdu
ISSN: 2348-3687, Vol. 3, Issue: 10th
Available on: www.urdulinks.com/urj

تحقیق و تنقید

Topic: Tanisiyat aur …… by: Abdul Qadir Siddiqui, India

تانیثیت اور مئیوٹ گروپ تھیوری

عبدالقادر صدیقی
ریسرچ اسکالر ، ماس کمیونیکیشن اینڈ جرنلزم،
مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی ،،گچی باؤلی حیدرآباد 500032
موبائل: 9989490881 ،ای میل: aqsiddiq1984@gmail.com

دنیا جسے عورت کے نام سے جانتی ہے، صدیوں سے ٹھگی گئی ہے۔آج گر اسے کچھ آزادی حاصل بھی ہے تو اتنی ہی جتنی کہ سرمایہ داروں اور پدرسری نظام کے فائدے کے لیے ضروری ہے۔ دی سکنڈ سیکس کی مصنفہ سیمون دی بوار کے مطابق خواتین کا مقام محکومیت یا تابعداری کا ہے"۔ اگر اس جملہ پر توجہ دی جائے تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ سیمون بھی اس عام خواتین کی بات کرتی ہیں جو پدرسری (Patriarchal) نظام کے جبر و تشدد کی شکار ہیں۔ لہٰذا ہمیں ان اضداد کو نظر انداز کرکے چلنا ہوگا جس کی دہائی اکثر لوگ دیا کرتے ہیں۔بقول ڈاکٹر راشنی اگروال "مغربی خواتین کا ظاہری رنگ روپ دیکھ کر ہم مشرقی عورت یہ تصور قائم کرلیتے ہیں کہ وہ آزاد ہیں اور اپنی مرضی کی زندگی جی رہی ہیں۔تو ہم یہ سمجھ لیں کہ یہ ایک سراب ہے حقیقت نہیں ہے۔" خواتین کی محکومیت کی مختلف وجوہات پر بحث ہوتی رہتی ہے۔ ہر کوئی اپنے اپنے نظریات سے اس کی تشریح کرتا ہے۔ حیاتیاتی (Biological) ماہرین اس کے جسمانی ہیت کو ہی اس کی غلامی کی وجہ مانتے ہیں۔ جبکہ ماہر نفسیات اس کے جذبات کو، ماہرین سماجیات سماج کے مختلف روایتوں کو اور ماہر معاشیات اس کے معاشی عدم استحکام کو اس محکومی کی وجہ بتاتے ہیں۔ لیکن ان سب وجوہات کے علاوہ بھی ایک وجہ ہے جو سب سے بڑی وجہ ہے۔وہ ہے ترسیلی رکاوٹ۔ مردانہ سماج میں خواتین بہت کم بولتی ہیں، بلکہ انہیں بہت کم بولنے دیا جاتا ہے۔ اکثر اوقات اسے ڈانٹ کے خاموش کردیا جاتا ہے۔ اس لیے خواتین کی خود مجازیت کے لیے ضروری ہے کہ خواتین کو بولنے کی آزادی دی جائے۔اس کے جذبات و احساسات کو بیان کرنے کی آزادی دی جائے۔ اس مسئلہ کو ہم مئیوٹ گروپ (mute group) یا "" گونگی جماعت " نظریہ کے تحت سمجھ سکتے ہیں۔ مئیوٹ گروپ ایک ایسا تانیثی نظریہ ہے جو تحریک آزادی نسواں کے ضمن میں خواتین کی ترسیلی آزادی کی وکالت کرتا ہے۔ اس کے مطابق مرد غلبہ والے معاشرہ نے خواتین کی آواز سلب کرلی ہے۔ بالفاظ دیگر مرد غلبہ والے سماج میں خواتین ترسیلی محکومیت کی زندگی بسر کرتی ہیں جہاں وہ اپنے جذبات واحساسات کا کھل کر اظہار نہیں کرسکتی ہے۔اس نظریہ کے مطابق مردانہ غلبہ والے معاشرہ میں خواتین "گونگی جماعت" یا مئیوٹ گروپ بنادی جاتی ہیں ۔ مردانہ معاشرہ نے اس کی ترسیلی آزادی پر پہرہ بٹھادیا ہے۔ جس کے تحت اسے کیا بولنا ہے، کس سے بات کرنی ہے اور کس سے نہیں، یہ مردہ طے کرتا ہے۔ خواتین مردانہ سوسائٹی کے بنائے ہوئے اس خود ساختہ دائرہ حدود میں مقید کردی جاتی ہیں ۔یہ پدر سری سوسائٹی طے کرتی ہے کہ اس کا دائرہ اختیار کہاں تک ہے ؟ وہ کیا کہ سکتی ہے کیا نہیں، کس سے مل سکتی ہے کس سے نہیں اور کہاں جاسکتی ہے اور کہاں نہیں۔ خواتین مجبور کیجاتی ہی کہ وہ اپنی پست آواز اور خاموشی کے ذریعہ اپنی ماتحتی اور محکومیت کا اظہار کرے۔(Griffin,E.2009.) اس کی سوچ پر مرد کا غلبہ ہوتا ہے۔ تقریباً تمام تہذیب میں خواتین کے زبان پر قفل ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے اور یہی خواتین کی آزادانہ ترسیل میں سب سے بڑی رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔خواتین پر مسلّط کردہ "خاموشی" ان کی ماتحتی اور محکومیت کی غماز ہے۔

اس نظریہ کو سب سے پہلے آکسفورڈ یونیورسٹی کے سماجی انتھروپولوجسٹ (Anthropologist) ایڈون آرڈنر (Edwin Ardener) نے اپنی تخلیق Belief and problem of women میں 1970 میں پیش کیا۔انھوں نے اپنی تحقیق سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ بہت سے مردم شناش (Ethnographer) کا معاشرہ کو سمجھنے کا دعویٰ

ہے لیکن یہ دعویٰ صرف مرد غلبہ والی آبادی کی معلومات پر منحصر ہے۔ آرڈنر کا کا ماننا ہے کہ، جو لوگ "قوم نگاری" Ethnography کے ماحول میں زندگی گذرتے ہیں وہ اس عقیدے میں یقین رکھتے ہیں کہ مرد سماج کو سب کچھ دے سکتا ہے، جبکہ عورت کچھ بھی نہیں۔ ایڈون آرڈنر کی بیوی Shirely andrew نے اس نظریہ کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا اور کہا کہ " گونگی جماعت" نظریہ سے یہ ظاہر نہیں ہوتا ہے کہ وہ جسمانی اور طبّی طور پر گونگی ہے, بلکہ انھیں مردانہ سماج یا بولنے والی جماعت (Said group) کی طرف سے گونگی یا مسکوت (hushed) بنادیا گیا ہے۔ یہ نظریہ اس خیال کی بھی ترجمانی کرتا ہے کہ "گونگی جماعت ۔" کے اندر اپنے خیالات و جذبات کے اظہار کی صلاحیت اور قابلیت ہے۔ لہٰذا ان کے لیے لازمی ہے کہ وہ اپنے خیالات اور جذبات کے اظہار کے لیے معاشرتی اصولوں اور بندشوں کی ترجمانی کرے؟ آرڈنر کا کہنا ہے کہ مردانہ سماج کے رسم ورواج اور ادب میں خواتین کو" گونگی" جماعت بنانے کا ڈھانچہ موجود ہے مگر یہ ظاہر نہیں ہوتا ہے۔ اس کے مطابق خواتین اس discredited سوسائٹی میں کیا کہے گی جس میں مرد کا غلبہ ہے۔

مرد کو عورت پر ترسیلی فوقیت حاصل ہے کیونکہ زبان اور الفاظ مردوں کے بنائے ہوئے جب ایک خاتون اپنے نظریہ کا اظہار کرنے کی کوشش کرتی ہے تو اسے بہت ہی سوچ سمجھ کے الفاظ کا انتخاب کرنا پڑتا ہے، کیوں کی بہت ہی کم ایسے الفا-ظ ہیں جسے خواتین کی قابلیت اور صلاحیت کی تعریف میں استعمال کیا جاسکے۔ اس حقیقت کو پیش نظر آرڈنر کا ماننا ہے کہ اس سبب سے ایک خاتون "گونگی" یا بے زبان بن جاتی ہے۔ اس نظریہ کے تحت مرد غلبہ والے یا پدرسری نظام میں خواتین کو ہر شعبہ اور محاذ پر 'گونگی' بنادیا گیا ہے۔ جس کے سبب ان کی بات نہیں سنی جاتی ہے۔ آرڈنر اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ خواتین اور مرد کی تخلیق میں حیاتیاتی (Bilogical) فرق ہے اور اس فرق کی وجہ سے مرد غلبہ والے سماج میں خواتین کو حقیر اور کمتر درجہ کی مخلوق تصور کیا جاتا ہے۔ مردانہ معاشرہ کی اس قسم کی تفریق خواتین کے تعمیری صلاحیت پر قدغن لگاتا ہے۔ مردانہ سماج میں زندگی بسر کرتے ہوئے خواتین کے اندر گونگے پن کا احساس سے مستحکم ہو جاتا ہے۔ وہ اس بات پر راضی ہو جاتی ہے کہ پدرسری نظام کے اصولوں روایتوں کی پاسداری کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ اس میں کافی حد تک مردانہ تہذیبی غلبہ کا بھی دخل ہے، جہاں ایک مخصوص ماحول اور مخصوص جماعت و نسل کے کلچر اور تہذیبی رسم و رواج کی بنیاد پر خواتین کی آواز سننا پسند نہیں کیا جاتا اور انھیں "گونگی" بننے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ ایسے حالت میں خواتین یہ محسوس کرتی ہیں کہ مرد اور عورت کی دنیا ایک دوسرے سے الگ ہے۔ آگے چل کر آرڈنر کے اس نظریہ کو مشہور فیمنسٹ کرس کارمارے (Cheris karmerae) نے مزید فروغ دیا اور اس میں نئے تصورات کو شامل کیا۔ کارمارے آرڈنر کے اس خیال سے اتفاق کرتی ہیں کہ خواتین کا گونگی ہونا اس کی کمزوری اور طاقت کی کمی کی وجہ سے ہے اس نے "مئیوٹ گروپ" پر مختلف نقطہ نظریات پیش کئے ہیں ۔ وہ کہتی ہے کہ مرد غلبہ اور پدرسری نظام میں خواتین کے تعلق سے جو تصور پایا جاتا ہے اور جو رویہ اور سلوک اختیار کیا جاتا ہے، خواتین خود کو اس کے مطابق ڈھال لیتی ہیں ۔ اس سپردگی کی وجہ سے خواتین محکوم اور بے زبان بن جاتی ہے۔ اس کے مطابق مرد غلبہ والے سماج میں نہ صرف یہ کہ خواتین کمزور تصور کی جاتی ہیں بلکہ ایک ایسی جماعت بھی تصور کی جاتی ہے جو مرد جیسی زبان نہیں بول سکتی ہے۔ کرس کامارے نے 1974ء میں اپنے پہلے مضمون ۔ " so well men and women speak a different language" میں اس مسئلہ پر لکھا تھا کہ مرد غلبہ والے سماج میں یہ تصور عام ہے کہ مرد کے مقابلے خواتین کی بات چیت اور تقریر کم اثر پذیر ہوتی ہے۔ وہ اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ ہماری تہذیب میں خواتین کی بات چیت اور تقریر پر کئی لطیفے ہیں۔ وہ مزید کہتی ہے کہ ' یہ قطعی تعجب کی بات نہیں ہے کہ مرد آمیز غلبہ والی زبان کی وجہ سے سماج میں خواتین اقلیتوں کی آواز نہیں سنی جاتی ہے۔ مگر اس سے زیادہ افسوس ناک مسئلہ یہ ہے کہ عورت ہونے کے جرم میں اس کی بات قابل اعتبار نہیں سمجھی جاتی ہے۔ یہ نظریہ اس بات کی وضاحت پیش کرتا ہے کہ بحیثیت ایک عورت کے مرد غلبہ والے سماج میں عورت کو خود کو مرد کے برابر منوانے میں کتنی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ نظریہ اس تصور پر زور دیتا ہے کہ خواتین کے گونگے پن، کے لیے پوری طرح سے مرد غلبہ والا سماج ذمہ دار ہے۔ کیونکہ سوائے اس زبان کے جسے اس نے خود تشکیل کیا ہی۔ کوئی اور زبان وہ نہ تو سنتا ہے اور نہ سمجھتا ہے۔ مزید یہ کہ مرد یہ تسلیم ہی نہیں کرنا چاہتا ہے کہ عورت کی بھی کوئی زبان ہے۔ کیونکہ انھیں یہ ڈر ہے کہ اگر وہ اس حقیقت کو تسلیم کرلیں گے کہ خواتین کے پاس بھی زبان ہے، تو انھیں خواتین کو کچھ اختیارات دینے ہوں گے۔ اور وہ ایسا کرنا بالکل بھی پسند نہیں کریں گے۔ کیوں کہ زیادہ تر مرد اس کے حق میں نہیں ہوں گے کہ عورت ان کی محکومی سے آزادی حاصل کرلے۔ کارمارے یہ بھی کہتی ہے کہ چونکہ ترسیل (Communication) پر مرد کا کنٹرول ہے۔ اس وجہ یہ ہے کہ زبان اور الفاظ کی تخلیق مرد نے اپنے لحاظ سے کیا ہے اور یہی عورت کے لیے نقصان کا سبب بنا۔ کیوں کہ وہ اپنے جذبات واحساسات کو مرد کے تخلیق کردہ الفاظ کے ذریعے بیان کرتی ہیں۔ زبان پر مرد کا نٹرول ہونے کی وجہ سے وہ ایسے الفاظ کثرت سے بناتا ہے جو خواتین کی شبیہ کو حقارت کی طرف لے جاتا ہے۔ جیسے پھوہڑ، گپّی، فریادی، طوائف, رکھیل وغیرہ۔ دوسری جانب مرد نے اپنی انہیں برائیوں کو جن الفاظ اور پیرائے میں ڈھالا ہے وہ منفی ہونے کے باوجود مثبت لگتا ہے، جیسے شاطر، چالباز، کھلاڑی وغیرہ۔ اس کا یہ بھی ماننا ہے کہ تاریخ انسانی سماج میں کبھی بھی مرد اور عورت کے درمیان ترسیل مساوی درجے کا نہیں رہا ہے۔ Symbolic interaction نظریہ کے مطابق: karmerae کا یہ بھی کہنا ہے کہ جب خواتین پبلک میں بولتی ہیں تو یہ ان کے لیے بہت مشکل وقت ہوتا ہے۔ اس لیے بہت ہی سمجھ بوجھ کر انھیں الفاظ کا انتخاب کرنا پڑتا ہے کیونکہ اپنے جذبات و خیالات کا اظہار کرتے ہوئے وہ جو کچھ بولنا چاہتی ہے،

وہ آسان نہیں ہوتا۔اس کی وجہ یہی ہے کہ الفاظ اور زبان کے سانچے انھوں نے نہیں مردوں نے ڈھالے ہیں۔(A first look communication theory p-459)

گیٹ کیپر

میڈیا میں گیٹ کیپر کی اصطلاح سے مراد ایڈیٹر اور میڈیا آرگنائزیشن کے مالکان کی جانب سے خبروں اور اطلاعات میں اپنے نظریہ کے مطابق کانٹ چھانٹ اور روک تھام ہے۔ ایڈیٹرس یا مالکان اخبار میں شائع ہونے والی خبریں ، مضامین ، اور دیگر تخلیقات کی ایڈیٹنگ کرکے اپنی فکر اور پالیسی کے تحت شائع کرتے ہیں ۔اسی طرح ڈائرکٹر ڈرامے، فلموں کی اکسرپٹ میں اپنی پالیسی کے مطابق تبدیلی کرتے ہیں ۔کارمارے (karmerae) کا ماننا ہے کہ میڈیا ہاؤس میں گیٹ کیر پر مردوں کا کنٹرول ہے جس کی وجہ سے خواتین کی پیش کش خواتین کے نقطہ نظر سے نہیں بلکہ مردانہ غلبہ والے سماج کے نقطہ نظر سے ہوتی ہے۔ وہ دلیل دیتی ہیں کہ 1970 سے قبل پرنٹنگ میڈیا میں خواتین کی شرکت نہیں تھی تمام اخبارات و رسائل جرائد کے ایڈیٹران اور مالکان مرد حضرات تھے جنھوں نے اپنی فکر اساس اور نظریات کے تحت مضامین اور فیچر کے فارمیٹ اور اصطلاح بنائے ہیں ۔ وہ یہ بھی کہتی ہیں کہ چوں کہ ماس میڈیا میں خواتین کا فقدان رہا ہے۔ان کی نمائندگی میڈیا کی تاریخ میں کبھی بھی مردوں کے تناسب سے نہیں رہی ہے۔اس لیے کم نمائندگی اور مرد حضرات کی گیٹ کیپر ہونے کی وجہ سے اس کا استعمال خواتین کو ”گونگی“ بنانے کے لیے استعمال کیا جاتا رہا ہے۔(Griffine.p-457) ۔کارمارے نے سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ کی کارکردگی پر تحقیق کرتے ہوئے کہا ہے کہ انٹرنیٹ کے آلات پر شروع سے ہی مردوں کا کنٹرول رہا ہے اور مردوں نے ہی اس کا وسیع پیمانے پر استعمال کیا ہے۔ ساتھ ہی اس میں Gatekeeping بھی کرتے رہے ہیں۔اس کی وجہ سے انٹرنیٹ بھی mute group کے نظریہ کے تحت مردانہ غلبہ والے معاشرتی نظریات کے تحت کام کرتا آیا ہے۔ وہ کہتی ہے 1970 سے 1980 کے دہائی میں جب انٹرنیٹ اپنے ابتدائی ترقی کے منازل طے کر رہا تھا اس وقت جو آلات اور اصطلاحات بنائے گئے اس بنانے والے تقریباً سبھی لوگ مرد ہی تھے۔ یہی وجہ ہے جو پروگرام بنے وہ سب مردانہ غلبہ والے سماج کے نظریہ کے تحت بنے ہیں ۔آج مرد اور عورت کے درمیان انٹرنیٹ کے مساوی 50/50 استعمال کی بات کی جارہی ہے لیکن تمام سافٹ ویر اور انٹرنیٹ آلات پر مردانا چھاپ گہری ہے ۔کیوں کہ صنفی تفریق کی وجہ سے مرد نے ٹکنالوجی کے میدان میں بھی غلبہ حاصل کر رکھا ہے۔اس وجہ سے خواتین کا حاشیہ نشین (marginalized) ہونا طے شدہ ہے۔انٹرنیٹ کی وضاحت کرنے کے لے جو اصلاحات اور استعارے استعمال ہوتے ہیں وہ زیادہ تر مردانہ ذہنیت کی عکاسی کرتے ہیں ۔ لیکن اس تنقید کے ساتھ ہی کارمارے کو یقین ہے کہ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا مرد اور عورت کے درمیان متوازن اور برابر کے شریک کا کام کرسکتا ہے۔ وہ یہ مانتی ہے کہ بلاگس (Blogs) اور آن لائنیوز پیپر، میگزن اور ڈسکورس سے خواتین کو ایک مضبوط آواز حاصل ہو سکتی ہے۔ وہ ٹکنالوجی کے مختلف اقسام کے ذریعہ اپنی آواز اور نظریات کو پہنچا سکتی ہیں دوسری خواتین کو اپنے ساتھ منسلک کر سکتی ہیں۔

☆☆☆

ضروری اعلان

اردو ریسرچ جرنل کی پرنٹ کاپی قارئین کے مسلسل اسرار پر امیزون پر بھی ڈال دی گئی ہے۔ فی الحال اردو ریسرچ جرنل کے کچھ پرانے شماروں کی محدود کاپیاں ہی امیزون پر دستیاب ہیں۔

جن احباب کو چاہیئے وہ امیزون پر حاصل کرسکتے ہیں۔

تلاش کرنے کے لیے امیزون کی ویب سائٹ یا ایپ پر جاکر اردو ریسرچ جرنل ٹاکریں۔

قیمت:120روپئے ڈاک خرچ کے ساتھ

http://www.amazon.in/s/ref=nb_sb_noss?url=search-alias%3Daps&field-keywords=urdu+research+journal